تعارف و تبصرہ

سیرت امام ابو حنیفہ۔

تالیف : پروفیسر حکیم سید علی احمد عباسی۔ ایم۔ ایس۔سی۔ علیگ فاضل اسلامیات۔

ناشر : مکتبہ محمود ۲۶ - ۱ بی۔ ایریا لیاقت آباد کراچی نمبر ۱۹

صفحات : ۲۲۴ ۔ قیمت : غیر مجلد (نیوزپرنٹ) : تین روپے۔

اسلامی فقہ کے چاروں مذاهب میں سے جو قبول عام فقہ حنفی کو حاصل ہوا اس کے متعلق کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ خود ہمارے ملک کی غالب اکثریت اسی فقہی مسلک سے وابستہ ہے۔ یہ قبول عام کچھ یوں ہی حاصل نہیں ہوگیا۔ بلکہ یہ اس فقہ کے بانی کی ذہانت، لیاقت، قرآن و حدیث کی گہری بصیرت، اخلاص اور انتھک محنت کا نتیجہ تھا۔ اور ان ہی اعلی خصوصیات کی وجہ سے انہیں اسلامی تاریخ میں امام اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ان کی سیرت پر ابھی تک کوئی ایسی مستند کتاب نہیں لکھی گئی جو زمانہ جدید کے معیار تحقیق پر پوری اترتی ہو۔ ان کی سیرت کے بارے میں جو کتابیں بھی لکھی گئی ہیں ان میں کوئی نہ کوئی ایسا تاریخی واقعہ درج ملتا ہے جو عقلاً و نقلاً ناقابل قبول معلوم ہوتا ہے۔

اردو زبان میں علامہ شبلی کی سیرت نعمان اور علامہ مناظراحسن گیلانی کی کتاب ''امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی،، خاصی مشہور ہیں اور ان کے کئی کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ حال ہی میں مصری عالم شیخ ابو زہرہ کی سیرت امام ابو حنیفہ کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔ لیکن علمی تحقیق کے معیار کے مطابق اس کا درجہ علامہ شبلی کی سیرت نعمان سے بھی کمتر

ہے اور ابھی تک امام صاحب کی زندگی کے دو اہم واقعات ''اسلامی قانون کی غیر سرکاری تدوین،، اور امام صاحب کی قید و بند کا واقعہ تاریخی تحقیق کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب اگرچہ امام صاحب کی سیاسی زندگی کے متعلق چند مشہور واقعات کی تردید کے لئے لکھی گئی ہے لیکن اسی ضمن میں آپ کی زندگی کے مذکورہ بالا دو واقعات پر بھی مختصر بحث آگئی ہے۔ یہ مختصر بحث بہت دلچسپ ہے اور قاری کو نہ صرف مزید علمی تحقیق پر مجبور کرتی ہے بلکہ امام صاحب کی ایک مستند سیرت مرتب کرنے کی ذمہ‌داری کا احساس بھی دلاتی ہے۔

سیاسی مشاغل کی تردید:

امام صاحب کی سیرت پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں امام صاحب کی سیاسی زندگی کی جھلک بھی ضرور دکھائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ نہ صرف عملی سیاست میں حصہ لیتے تھے بلکہ حکومت وقت کے خلاف اٹھنے والی سیاسی تحریکوں کی مالی مدد بھی فرماتے تھے۔ اس کے برعکس مصنف موصوف تاریخی تحقیق سے اسے غلط ثابت کرتے ہیں۔ کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے:

''حضرت امام اعظم کو سیاسی ھنگاموں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ دینی اور علمی ماحول میں ساری عمر بسر کی۔ احکام شریعت کی متابعت میں اور اپنے اساتذہ کرام خصوصاً حضرت عطا بن ابی رباح کے مسلک و موقف کے اعتبار سے جو حضرت ابن عباس کے شاگرد رشید تھے امام صاحب پوری طرح جماعت سے وابستہ رہے (صفحہ ۷)۔

اس بارے میں امام صاحب کا اپنا فتوی یہ تھا:

''اذا سمع الامام ان قوما یدعون الی الخروج فعلیه ان ینبذ الیهم عهدهم

و يمسكهم حتى يظهروا توبة۔ فاذا صارلهم فئة يرجعون اليها يقتل مقاتلهم و يجهز جريحهم و يقتل اسراهم كما يقتل الكفار،،۔ (السهم المصيب فى الرد على الخطيب مطبوعه ديوبند صفحه ۴۷، ۴۸)۔

ترجمہ : اسلامی حکمراں سنے کہ کچھ لوگ خروج کی طرف دعوت دیتے ھیں تو اس کا فرض ھے کہ ان کا عہد انھیں لوٹا دے (یعنی ان کے شہری حقوق منسوخ کردے) اور انھیں قید کرے تا آنکہ وہ توبہ کریں ۔ اب اگر ان کا کوئی جتھہ بن گیا ھو جو ان کی حمایت کرے تو ان میں سے جو لوگ مقابلہ پر آئیں انھیں قتل کرےاور ان کےزخمیوں کو مار ڈالے اور ان میں سے جو گرفتار ھوجائیں انھیں ایسے ھی قتل کرے جیسے کافروں کو قتل کیا جاتا ھے ۔ (صفحہ ۵۵)۔

مصنف اپنے دعوے کی بنیاد اس امر پر رکھتے ھیں کہ کیا یہ ممکن ھے کہ اس سخت فتوی کی موجودگی میں امام صاحب حکومت کی مخالف تحریکوں کی اعانت فرمائیں ۔ اور پھر مزید یہ کہ اگر امام صاحب ایسی مخالف تحریکوں کو ایسا ھی حق پر سمجھتے تھے کہ ان کے خروج کو غزوہ بدر سے مشابہ سمجھتے تھے تو صرف مالی اعانت پر ھی اکتفاء کیوں کیا ۔ اسے تسلیم کرنے سے آپ کے کردار پر کوئی خوشگوار اثر نہیں پڑتا ۔ مصنف کے الفاظ میں ''اگر ایک شخص کو اطمینان ھو کہ جان دیکر اللہ کے ھاں اس کا شمار بدر کے غازیوں اور شہیدوں میں ھوگا تو اسے تو اس معرکے میں حضرت زید کے پہلو بہ پہلو لڑنا تھا ۔ یہ کیا بات ھوئی کہ کچھ مال دے کر گھر بیٹھ رھے ۔ خدا اور رسول کے نام پر جو بیعت امیرالمومنین سے کی تھی اسے بھی توڑا اور حاصل یہ ھوا کہ نہ غازیوں میں رھے اور نہ شہیدوں میں۔ امام صاحب جیسے اعلم و اتقی کے متعلق ابوزھرہ اور دوسرے لوگوں کی بیان کردہ یہ روایت ھیچ محض ھے اور کسی درجہ میں اسے قبول نہیں کیا جاسکتا،، (صفحہ ۵۴)

اسی طرح سے حکومت کے خلاف اٹھنے والی تمام تحریکوں سے امام صاحب کو بالکل لاتعلق ثابت کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۶۸، ۷۰، ۷۸)

قید و بند کا واقعہ :

امام صاحب کو حکومت کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں میں ملوث دکھانے کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ آپ کو قید خانہ میں محبوس دکھایا جائے۔ اس واقعہ کو اتنی دفعہ دھرایا گیا کہ یہ ایک تاریخی حقیقت بن گیا۔ اور امام صاحب کی سیرت پر لکھی جانے والی کوئی کتاب اس سے خالی نہیں۔ فاضل مصنف تاریخی تحقیق سے اس واقعہ کی تردید کرتے ہیں۔ مثلاً آپ کے قریبی زمانے کے مورخ علامہ طبری ہیں۔ انھوں نے امام صاحب کے بارے میں تین روایات نقل کی ہیں لیکن ان میں امام صاحب کی قید، یا ان کو کوڑے مارنے یا زہر دینے کی طرف اشارہ تک نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کے برعکس آپ کو ۱۴۹ھ یعنی وفات سے ایک سال قبل تک خلیفہ منصور کے سب سے اہم منصوبے تعمیر بغداد کی نگرانی کرتے دکھایا گیا ہے۔ وکان ابو حنیفة المتولی لذلك حتی فرغ من استتمام بناء حائط مما یلی الخندق وکان استتمامه فی سنة ۱۴۹ھ ۔ راوی کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ اس کام کے متولی رہے یہاں تک کہ شہر کی وہ فصیل مکمل ہوگئی جو خندق سے ملحق تھی اور یہ تکمیل ۱۴۹ھ میں ہوئی (صفحہ ۵۱، ۱۳۴، ۱۷۰) اور اگلے سال آپ کی وفات ہوئی۔ اسی طرح دوسرے مشہور مورخ مسعودی کے حوالے سے بھی یہی نقل کرتے ہیں کہ آپ کی وفات جیل سے باہر فطرتی حالت میں ہوئی تھی (۱۳۸) ۔

یہی نہیں بلکہ امیر المومنین منصور نے آپ کو سرکاری اعزازات کے ساتھ اپنے خاندانی قبرستان میں دفن کرایا۔ (ایضاً) حالانکہ اگر انھیں امام صاحب سے کوئی سیاسی عناد ہوتا تو انھیں اپنے خاندانی قبرستان میں دفن کرانا تو کجا ان کا سر قلم کرنے سے بھی گریز نہ کرتے جیسا کہ وہ سادات میں سے

حکومت کے خلاف خروج کرنے والوں کے ساتھ کرتے رہتے تھے۔ اور نہ ہی امام صاحب کے ان شاگردوں کو حکومت کے اعلی عہدے سونپے جاتے جن کی وجہ سے حنفی فقہ نے نہ صرف یہ کہ ترقی کی بلکہ تمام اسلامی دنیا میں اس کی اشاعت کا بندوبست ہوگیا۔

تدوین فقہ :

تدوین فقہ کے بارے میں امام صاحب سے جو تفصیلات منسوب کی جاتی ہیں مصنف نے ان کا بھی مختصر سا جائزہ لیا ہے۔ اس سلسلے کی سب سے مشہور روایت کے مطابق امام صاحب نے ایک غیر سرکاری مجلس قانون ساز بنائی تھی جس نے تیس برس کے اندر قانون اسلام کو مدون کیا اور پچاس برس کے اندر خلافت عباسیہ میں اس کو سرکاری حیثیت حاصل ہوگئی (صفحہ ۱۱۰) لیکن اس مجلس کے ارکان میں آپ کے جن شاگردوں کے نام لئے گئے ہیں بعض کی تو پیدائش اس وقت ہوئی ہے جب یہ مجلس اپنا کام شروع کرچکی تھی۔ مثلاً اگر ۱۴۰ھ میں امام صاحب کو قید میں تصور کیا جائے تو اس کام کی ابتداء ۱۱۰ھ میں ہوئی ہوگی جبکہ اس مجلس کے ایک اہم رکن یحیی بن زکریا کی پیدائش ۱۲۰ھ میں ہوتی ہے اور دوسرے اہم رکن امام محمد جن کے طفیل فقہ حنفی ہم تک پہنچی ہے ۱۳۰ھ میں پیدا ہوتے ہیں۔ شبلی جیسے محقق نے اس تضاد کی طرف صرف معمولی سا اشارہ کیا ہے۔ لیکن فاضل مصنف نے مختصراً ہی سہی اس تضاد کو عمدگی سے دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اس موضوع کی روایات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان روایات میں یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ امام صاحب کے شاگرد آپ کے سامنے بیٹھ کر حنفی فقہ کی تدوین کرتے تھے۔ بلکہ ان روایات میں صرف اتنا کہا گیا ہے کہ امام صاحب کے اجلہ تلامذہ جنہوں نے فقہ اسلام پر کتابیں لکھیں وہ یہ حضرات تھے اور ظاہر ہے کہ یہ سب کام امام صاحب کی وفات کے بعد ہوا۔

(صفحہ ۱۱۱) اور پھر اسی کے مطابق امام صاحب کی طرف منسوب مختلف کتابوں کے بارے میں تفصیلی وضاحت کرتے ھیں مثلاً آپ کی طرف منسوب کتاب الآثار کی بابت لکھتے ھیں :

،،کتاب الآثار کے نسخوں میں امام زفر، امام ابویوسف، امام محمد، امام حسن ابن زیاد لؤلؤی کے نسخے زیادہ مشہور ھیں ۔ ان کے مطالعے سے صاف ظاھر ھوتا ھے کہ ان میں سے ھر بزرگ نے اپنے حفظ، اپنے ادراک اور اپنے فقہی رجحان کے مطابق امام اعظم کی مرویات مدون فرمائی ھیں ۔ اس طرح یہ تصانیف ان بزرگوں کی ھیں نہ کہ امام صاحب کی۔ ان میں سب سے اھم امام محمد کی کتاب الآثار ھے،، (صفحہ ۱۱۱) ۔

یہ عجیب اتفاق ھے کہ کتاب کے مصنف جدید تعلیم یافتہ ھیں لیکن کتاب کا اسٹائل خاصا روایتی طرز کا ھے ۔ تاھم اس کتاب میں امام صاحب کی سیرت کے بارے میں جو نیا تاریخی مواد سامنے لایا گیا ھے امام صاحب کی محبت کا دم بھرنے والے ھر شخص کو اس کا مطالعہ کرنا چاھئے ۔ اس کے ساتھ ھی یہ کوشش ھمیں اس بات کا بھی احساس دلاتی ھے کہ زمانہ جدید کے معیار تحقیق کے مطابق امام اعظم کی ایک مستند سیرت مرتب کرنے کا کام ابھی تک امت کے ذمے واجب ھے ۔

(رفیع اللہ)